**Al-Azvā** الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 33, Issue,49, 2018
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

# تفسیرالقرآن بالقرآن و السنة

# تفسیر مفتی محمد عبدَہ کا اختصاصی مطالعہ

## A Critical Study of Mufti Abduhū's Approach to Understand the Holy Qur'ān

عائشہ جبیں*
ثمینہ سعدیہ**

## Abstract

The last divine message called Qur'an is revealed to Prophet Muhammad (S.A.W).He was ordained by the Lord of the Universe to convey it to humanity and explain the meanings and wisdom laid therein. The Holy Qur'an encompasses an overall guidance for humanity, especially for Muslims. Not only the Prophet (S.A.W) explained the Qur'an in his words, but also portrayed its meanings by practicing the teachings laid in the Holy Qur'an. Since the period of his Companions (*Sahaba*), his teachings became the main source for comprehending the Qur'an. Ibn-e-Taymiyyah (d.728 AH), an illustrious scholar, clearly stated that the best method to understand the Qur'an is by explaining it in the light of Qur'an and Sunnah (Hadith).

This paper aims at examining the importance given to this principle of Tafsir by Mufti Muhammad 'Abduhu. Mufti Muhammad 'Abduhu, an Egyptian scholar of 20th century and a pioneer exegete of his time, seems to prefer his own opinions while explaining the verses of the Qur'an in his exegesis *Tafsir Juz 'Amm* and *Tafsir al-Manar* (based on his lectures and compiled by his disciple Rashid Rida). He also seems to deny ahadith-*e-ahaad* related to beliefs (*aqaid*). Moreover, he argues that *ahaad* are based on speculation, whereas beliefs can't be based on supposition. However, as per consensus of various eminent Muslim scholars, this was an innovative idea presented by M'utazilah in early history of Islam. These scholars assert that trustworthiness of a reliable narrator is sufficient to accept the hadith. On certain occasions, Muhammad 'Abduhu even negates the authenticity of *hadith-e mutawatir* and interprets the verses in the light of his rational thinking, which is generally against the accepted criteria of Muslim commentators of the Qur'an.

**Key words:** Mufti Abduhū, *Tafsīr al*-Manār*, Contemporary Muslim Exegetes.*

*پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر،پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان
**اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور، پاکستان

قرآن مجید بلاشبہ آخری آسمانی صحیفہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے

آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ کتابِ عظیم شریعتِ اسلامیہ کا مصدرِ اول، انسانیت کے لئے تاقیامت سرچشمہ ہدایت، مکمل دستورِ عمل اور علم وحکمت کا منبع ہے۔ حیاتِ ارضی واخروی میں سعادت و نجات اس کتابِ عظیم پر ایمان وعمل سے مشروط ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت تک اس کتابِ حکمت کے الفاظ، اور ان کا تلفظ، آیات اور ان کے معانی ومفہوم اپنے محبوب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے منتقل کئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1]

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کردو۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾2

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے اولین معلم، مفسر، شارح وترجمان ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم مفسر ومعلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین شاگرد ، جنہوں نے قرآن کریم کی تلاوت، اس کا علم، فہم اور عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھانبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو قرآن کی تعلیم دینے کا جو اہتمام فرماتے تھے اسے درج ذیل حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو قرآن کی ایک آیت کا مفہوم، دوسری آیات کی روشنی میں سکھایا، جب آیت کریمہ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾[3] میں **ظلم** کے لفظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پریشان ہوگئےکہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے ظلم نہ کیا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ اس آیت میں **ظلم** سے مراد شرک ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ**[4]﴾ ۔[5]

یوں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ آیاتِ قرآنیہ کی معرفت ووضاحت کے لئے دیگر آیاتِ کریمہ پر غور کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و فعل سے بھی آیات کے معانی و مفاہیم کی وضاحت فرماتے۔ مثلاً یہ حدیثِ مبارکہ ملاحظہ کیجیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِی الله عنه قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الآيَةَ: {يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا} قَالَ ((أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، تَقُولُ: عَمِلَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا، فَهَذِهِ أَخْبَارُهَا)). [6]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یہ آیت﴿ **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا**﴾[7] تلاوت کرکے فرمایا : جانتے ہو کہ زمین کا خبر دینا کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کا خبر دینا یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت نے جو اس پر عمل کئے ہوں گے وہ ان پر گواہی دے گی۔ زمین کہے گی کہ فلاں نے مجھ پر یہ عمل کیا فلاں نے مجھ پر یہ کام کیا، تو بس یہی اس کا خبر دینا ہے۔

اس طرح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے تفسیرِ قرآن کے دوبنیادی مصادر اور اصول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے متعین ہوگئے ایک **تفسیرالقرآن بالقرآن** اور دوسرا **تفسیر القرآن بالسنة**۔

اس کی ایک مثال محرماتِ نکاح ہیں، آیت ﴿**فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ**﴾[8] میں نکاح کے لئے بغیر کسی تخصیص کے مطلقاً عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر **سورة النساء** کی اس آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾[9] سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد محرماتِ نکاح کی مزید وضاحت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اس فرمان سے ہوتی ہے:"لاَ يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلاَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا."[10]

عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کا علم وفہم آگےمنتقل کیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فیضانِ نبوت سے براہِ راست مستفید ہونے کے سبب دین کے عارف اور شریعت کے عالم ہیں نیز وہ نزولِ قرآن کے وقت، حالات، وقائع وقرائن کے بھی شاہد ہیں اس لئے انہوں نے تعلیمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ، روحِ شریعت اور دین کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں آیات کے معانی ومفاہیم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد مسائل میں اجتہاد بھی کیا۔عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد

ان کے چشمۂ علم وفضل سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرکے اسے آگے منتقل کرنے والے حضرات تابعینِ کرام ہیں۔ تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اخذ کردہ منہج پر قرآن کریم کی تفسیر بیان کی۔اس طرح تفسیرِ قرآن کا یہ مبارک سلسلہ جو عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا اس کے بعد عہد بہ عہد آگے بڑھتا رہا ہے ۔ علمائے کرام نے ہر دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی کے لیے قرآنی تعلیمات کی وضاحت احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش کی۔اور انہوں نے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد بھی کیا ، قرآن و سنت ہی ان کی اجتہادی آرا کا ماخذ و مصدر تھے۔مثلاً امام رازیؒ (م ۔604ھ) نے تفسیر **مفاتیح الغیب**، ابو حیان اندلسی (م۔754ھ) نے تفسیر **البحر المحیط فی علم التفسیر** اور علامہ آلوسی بغدادیؒ (م۔1270ھ) نے تفسیر **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی** میں اور دیگر مفسرین نے بکثرت مقامات پر متعدد مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں عربی زبان میں لکھی گئی جو تفاسیر منصۂ شہود پر آئیں ان میں مفتی محمد عبدہ (1849ء – 1905ء) کی **تفسیر المنار** اور **تفسیر جزء عم** خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کیونکہ محمد عبدہ نے جن اصولِ تفسیر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے وہ ائمہ اسلاف کے ہاں مروجہ و مسلمہ اصولِ تفسیر سے مختلف ہیں۔ مفتی محمد عبدہ مملکتِ مصر کے نمایاں مصلح اور مفکر ہیں۔ جامع الازہر سے سندِ عالمیت حاصل کرنےکے بعد اسی جامع میں تدریس سے وابستہ ہوئے۔ زمانۂ طالبِ علمی میں ان کی ملاقات علامہ جمال الدین افغانیؒ سے ہوئی، جن کے خطبات وافکار سے متاثر ہو کر محمد عبدہ نے مستقل طور پر ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ اس وقت مصر، مغربی طاقتوں کے حریفانہ مقابلوں کا مرکز بنا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں 1882ء میں برطانیہ مصر پر قابض ہوگیا۔ 1899ء میں محمد عبدہ کو سرکارِمصرنے مملکت کا مفتی مقرر کیا ۔ 1899ء میں ہی انہوں نے الازہر میں تفسیری دروس کا سلسلہ شروع کیا۔ محمد عبدہ کے شاگرد، رشید رضا ان دروس کو تحریر کرتے اور استاد کو ترمیم واصلاح کے لئے پیش کرنے کے بعد **مجلة المنار** میں شائع کرتے۔ یہ تفسیر ابھی **سورۃ النساء** ﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا﴾[11] تک ہوئی تھی کہ محمد عبدہ کا انتقال ہو گیا۔ محمد عبدہ کی وفات کے بعداس مجلہ میں رشید رضا نے تفسیر کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھاجو ابھی **سورۃ یوسف** تک پہنچا تھا کہ 1935ء میں رشید رضا کا بھی انتقال ہوگیا[12]۔ محمد عبدہ نے قرآن کی تفہیم و تفسیر کے لیے جن امور کو اہمیت دی ہے انہیں رشید رضا نے اپنے استاد کے

تفسیری دروس قلمبند کرتے ہوئے **تفسیر المنار** کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔مقدمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیرِ قرآن کے لیے محمد عبدہ نے درج ذیل نکات کو مرکزی حیثیت دی ہے:

- قرآن مجید میں براہِ راست تدبر وتفکر کے ذریعہ آیات کے معانی تک رسائی اور ان کا بیان کرنا تفسیرِ قرآن ہے۔
- مفسر کے لئے مفردات واسالیبِ قرآن کا فہم، تاریخِ انسانی اور بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اقوامِ عالم (عرب وغیرہ) کے حالات ،سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے حالات کا علم ہونا ۔
- عربی زبان کی معرفت اور اس پر کامل عبورہونا ۔
- مفرداتِ قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور نظمِ آیات میں غوروفکر کرنا۔
- اسالیبِ قرآن کے فہم کے لئے عربی لغت اور قرآن میں تدبر وتفکر ۔
- فہمِ آیات اور بیانِ تفسیر کے لئے کتبِ تفسیر میں مذکور اقوال کی طرف رجوع کے بجائے اپنی عقل کو استعمال کرنا۔

محمد عبدہ نے تفسیرِ قرآن کے لئے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت وضرورت کا ذکر نہیں کیالہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ وہ بحیثیت ایک اصول وقاعدہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیرِ قرآن کو بالعموم ضروری نہیں سمجھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین کے اقوال وآثار کو بھی محمد عبدہ نےتفسیرِ قرآن کے لئے ضروری شرائط اور ماخذمیں شامل نہیں کیا۔[13]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد عبدہ کی نظر میں تفسیر کا اصل الاصول عقلِ انسانی ہے۔سطورِ ذیل میں **تفسیرالقرآن بالقرآن و السنۃ** کے بارے میں محمد عبدہ کے موقف و منہج کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

## تفسیر القرآن بالقرآن اور مفتی محمد عبدہ :

محمد عبدہ نے اپنی تفسیر میں آیات کی تشریح وتوضیح دیگر آیات کی روشنی میں بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً سورۃ النباء آیت﴿**وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا**﴾[14] کی تفسیر آیات ﴿**إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ**﴾[15] ﴿**إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ**﴾[16] ﴿**وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ**﴾[17] کی روشنی میں کرتے ہیں کہ جس روز نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا آسمان بھی اپنی موجودہ طبعی صورت اور ہئیت کھودے گا۔ کوئی آسمان ہی نہ رہے گاجس پر ستاروں کا نظام قائم رہے۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ آسمان میں راستے اور دروازے بن جائیں گے بلکہ تباہی وخرابی کی

وجہ سے نظامِ سفلی و ارضی کی طرح نظامِ علوی وسماوی کی بھی موجودہ شکل ختم ہوجائے گی۔[18]

سورۃ الانفطار آیت ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ﴾[19] کی تفسیر میں بر کی تشریح دیگر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں یوں کرتے ہیں: بر صرف صدق وتقویٰ کا نام نہیں بلکہ اس کی وضاحت قرآن مجید یوں کرتا ہے کہ ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾[20] بر یعنی نیکی کا انحصار ایمان پر ہے اور بعد از ایمان نیکی ان مذکورہ اوصاف واعمال کا نام ہے۔ جب یہ افعال و اوصاف جمع ہو جائیں تو یہی تقویٰ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾[21] تو محض انفاق کا نام بھی نیکی نہیں ہے بلکہ جیسا اپنے لئے پسند کرتے ہو اس طرح کا انفاق نیکی ہے۔[22]

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ قرآن کی تفہیم و تشریح مطلق تدبر وتفکر فی القرآن سے ممکن ہی نہیں۔ انسانی عقل ناقص ہے اور مجرد عقل سے مفاہیمِ آیات پر مطلع نہیں ہوا جا سکتا۔ قرآن مجید وحی ہے اور وحی کی توضیح و تفہیم کا راستہ وحی (سنت) ہی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ...الخ**"[23]

امام **خطابی**ؒ (م 388ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله" أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ" يحتمل وجهين من التأويل أحدهما أن يكون معناه أنه أوتي من الوحي الباطن غير المتلو مثل ما أعطي من الظاهر المتلو. ويحتمل أن يكون معناه أنه أوتي الكتاب وحيا يتلى وأوتي من البيان أي أذن له أن يبين ما في الكتاب ويعم ويخص وأن يزيد عليه فيشرع ما لبس لهُ في الكتاب ذكر فيكون ذلك في وجوب الحكم ولزوم العمل به كالظاهر المتلو من القرآن.[24]

اس قولِ رسول ﷺ کے دومعنی ہیں، ایک یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ظاہر جو وحی متلو ہے کی مانند وحی باطن جو کہ وحی غیر متلو ہے بھی دی گئی اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو یعنی کتاب اللہ دی گئی تو اس کا بیان و وضاحت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی وضاحت کرتے ہیں، احکام میں

عام و خاص کی نشاندہی کرتے ہیں اور آیات کی مراد میں (مدلول پر) اضافہ کرتے ہیں اور جن امور کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں انہیں بھی بیان فرماتے ہیں۔ لہٰذا اس پر عمل اور قبول کرنا، قرآن کی ظاہری آیات جن کی تلاوت کی جاتی ہے کی طرح ہی واجب اور لازم ہے۔

کتاب اللہ کی تفہیم وتوضیح میں سنت کی شدید احتیاج کے پیشِ نظر آئمہ امت"**القرآن احوج الی السنة من السنة الی القرآن** "[25]کے قائل ہیں۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ"**السنة قاضية على الكتاب**"۔[26]

چونکہ محمد عبدہ نے احادیث کو تفسیرِ قرآن کے لئے ایک مستقل اصول اور مصدر کے طور پر بالعموم اختیار نہیں کیا اس لئے انہوں نے تفسیرالقرآن بالقرآن کی بنیاد پر جمہور مفسرین کے برعکس تشریح بھی کی ہے۔ مثلاً سورة النصر ﴿**إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا**﴾[27] کی تفسیرمحمد عبدہ یوں کرتے ہیں کہ سورة النصر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکلات و مصائب پر متفکر و مضطرب ہونے کے گناہ سے استغفار کرنے کا حکم دیا اور خبر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت عطا کر دی جائے گی تو یہ مشکلات و مصائب بھی باقی نہ رہیں گے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اللہ کی حمدوثناء بیان کرنا ہوگا ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامشکلات و مصائب پر پریشان ہونا اس لئے گناہ کے زمرے میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس اضطراب پر فکرمند ہوتے گویا کہ میں اس طرح گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ عام لوگوں کی سطح کی نیکیاں مقربین کی سطح کی برائیاں ہوتی ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اضطرابی حالت اور پریشانی جس پر استغفار کی تعلیم دی گئی، کو محمد عبدہ درج ذیل آیات سے واضح کرتے ہیں:

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا....الخ﴾[28]

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ ....الخ﴾[29]

﴿وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ ....الخ﴾[30]

﴿ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ.....الخ﴾[31،32]

روایات و آثار سے ہٹ کر یہاں محمد عبدہ نے دیگر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں سورة النصر کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ روایات کے مطابق سورة النصر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت کی نوید اور فتح حاصل ہونے تک استغفار کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ سورة فتح و نصرتِ الٰہی عطا ہو نے کے بعد نازل ہوئی۔مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ مکہ مکرمہ جہاں سے کفار نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نکالا تھا فتح ہو گیا ہے اور لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے ملاقات کا وقت قریب آگیاہے،جہاں رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہترین میزبانی اور بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں۔ لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تحمید و تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جائیں۔[33]

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ علیہ الصلٰوۃ و السلام نماز میں **سبحانک ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی** اور **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَاوَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي** کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔[34]

پس مفسر اگر روایات و آثار سے بے اعتنائی برتتے ہوئے صرف اپنی فکری استعداد اور تدبر و ذکاوت پر اعتماد کرے تو وہ خطا کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث کی روشنی میں تفسیرِ قرآن افضل اور خطا سے محفوظ طریقہ ہے۔[35]

## تفسیرالقرآن بالسنة اور مفتی محمد عبدہ :

محمد عبدہ کے نزدیک احادیث کے قبول ورد کا معیار ان کی متواتر وآحاد میں تقسیم اور عقائد واحکام میں تفریق کی بنیاد پر ہے۔ وہ عقائد میں خبرِ واحد کی حجت کو تسلیم نہیں کرتے ، ان کے نزدیک خبرِ آحاد ظن ہیں اوراللہ تعالیٰ نے ظن کی اتباع کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے[36]۔ لکھتے ہیں:

> ليس من الجائز لنا أن نعتقد بشئ من ذلک ما لم يرد به خبر متواتر عن المعصوم صلى الله عليه وسلم ... فانه لا يجوز أن يدخل فی عقائد الدين لعدم تواتر خبره عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا يجوز لنا الاخذ بالظن فی عقيدة مثل هذه والاكنا من الذين ان يتبعون الا الظن نعوذ بالله.[37]

ایسی بات پر یقین رکھنا جائز نہیں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبرِ متواتر نہ پہنچی ہو...دینی عقائد میں وہ باتیں داخل کرنا جائز نہیں جن کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طور پر نہ پہنچی ہو اور نہ ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ عقیدہ میں ظن (گمان) سے دلیل پکڑیں ورنہ ہم ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہ لوگ تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں، ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایک اور مقام پر انہوں نے لکھا ہے:

> والآحاد لا يؤخذ بها فی باب العقائد.[38]

عقائد کے بارے میں آحاد سے کوئی دلیل نہیں لی جاتی۔

## خبرِ واحد کی حجیت اور اسلاف:

خبرِ واحد کا شریعتِ اسلام میں حجت ہونا ہر دور میں مسلم رہا ہے اور اس پر بحیثیت حجتِ شرعی صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین، محدثین وفقہائے عظام اور علمائے اسلام کا اجماع و تعامل رہا ہے۔ صحیح بخاری ، کتاب اخبار الآحاد میں مذکور آیات و احادیث خبرِ واحد کی حجیت پر سند ہیں۔ نقلِ احادیث سے قبل امام بخاری ؒ (م۔ 256ھ)لکھتے ہیں:

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ الآية [التوبة 9: 122]وَيُسَمَّى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا﴾ [الحجرات49: 9]فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الآيَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات 49:6]وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَرَاءَهُ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَإِنْ سَهَا أَحَدٌ مِنْهُمْ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ.[39]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ایسا کیوں نہیں کرتےکہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلیں" الآیۃ، اور ایک شخص کے لئے بھی لفظ طائفہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ الحجرات کی آیت "اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں" اس آیت کے معنی میں دو مسلمان آدمی بھی داخل ہیں جو آپس میں لڑ پڑیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو"۔ اگر خبرِ واحد مقبول نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بعد دوسرے شخص کو حاکم بنا کر کیوں بھیجتے تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسرا اسے سنت کی طرف لوٹا دے۔

سورۃ التوبۃ کی مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ فردِ واحد دینی علم حاصل کرنے کے بعد جب اہلِ علاقہ کو تعلیم دے گا تو اس ایک فرد سے دین سیکھنا ان کے لئے کافی ہو گا۔

نیز سورۃ الحجرات آیت ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ ....الخ ﴾ سےمعلوم ہوتا ہے کہ خبر کی قبولیت کا انحصار تعداد پر نہیں مخبر کے صادق یا کاذب ہونے پر ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ حزم الاندلسی (م 456ھ)،آیت ہٰذا سے خبرِ واحد کی حجت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صارتا مقدمتين أنتجتا قبول خبرالواحدالعادل دون الفاسق بضرورة البرهان.[40]

درج بالا آیت سے دو نتائج نکلتے ہیں کہ عادل راوی کی خبرِ واحد کو قبول کیا جائے گا اور فاسق کی خبر کو نہیں کیونکہ اس کی خبر کی

قبولیت میں دلیل کی ضرورت ہے۔

وہ صحابہ کرام جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تلقین کرتے کہ وہ واپس جا کر اپنے قبیلہ اور علاقے والوں کو دین کی تعلیم دیں گے۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ربیعہ کے افراد کو فرمایا: **احْفَظُوهُنَّ وَأَبْلِغُوهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ**[41] "دین کی ان تعلیمات کو یاد رکھو اور اپنے پیچھے والوں تک انہیں پہنچا دینا۔"

صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ علمِ دین میں باہم ایک صحابی کی بیان کردہ روایت کو قبول کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمررضی اللہ عنہ نے تحصیلِ علم کے لئے ایک انصاری صحابی سے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ جس دن حضرت عمررضی اللہ عنہ مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضر ہوتے وہ انصاری صحابی حاضر ہوتے اور جس روز وہ انصاری صحابی مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک نہ ہوتے، حضرت عمررضی اللہ عنہ مجلس میں موجود رہتے۔ اس طرح وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان سنتے وہ ایک دوسرے کو بتا دیتے۔[42]

امام شافعیؒ (م 204ھ)نے **الحجة فی تثبیت خبر الواحد** کے عنوان سے اس کے حجتِ شرعی ہونے پر طویل اور عمدہ کلام کیا ہے۔جب ان سے پوچھا گیا کہ نص یا اجماع کی رو سے خبرِ واحدکے ثبوت کے بارے میں بتایئے تو جواب میں امام شافعیؒ نے یہ حدیث بیان کی:

> نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ " ثَلاَثٌ لاَ يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلاَصُ العَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ الدَّعْوَةَ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ.[43]

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوشحالی عطا کرے جس نے میری باتوں کو غور سے سنا، انہیں محفوظ کیا اور انہیں دوسروں تک پہنچایا...الخ۔

اس حدیث سے امام شافعیؒ یوں استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو احادیث سننے، یاد کرنے اور آگے منتقل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فردِ واحد اس فریضہ کو تبھی ادا کرے گا جب اسے یقین ہوگا کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منسوب ہے۔ لہٰذا حدیث کی قبولیت میں تعدادِ رواۃ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت ثابت ہونا اہم ہے۔ آپؒ ہی لکھتے ہیں:

> فلما نَدَب رسول الله إلى استماع مقالته وحفظِها وأدائها امرأً يؤديها والامْرء واحدٌ: دلَّ على أنه لا يأمر أن يُؤدَّى عنه إلا ما تقوم به الحجة على من أدى إليه؛ لأنه إنما يؤدى عنه

حلال وحرام يُجتَنَب وحد يُقام ومال يؤخذ ويعطى ونصيحة في دينٍ ودنيا. [44]

حجیتِ خبرِ واحد کے دلائل میں امام شافعیؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے نویں سال حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ حج کے موقع پر مختلف قبائل اور شہروں سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حج کے مناسک کی ادائیگی کروائی۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حجاجِ کرام کی طرف روانہ کیا جنہوں نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو حجاج کے اجتماع میں سورة التوبة کی آیات [45]پڑھ کر سنائیں۔ سیدنا ابوبکرو سیدنا علی رضی اللہ عنهما اپنی دینی ثقاہت، دیانت داری اور خوبیوں کے حوالے سے معروف تھے۔ حجاج میں سے اگر کوئی ان دونوں صحابہ سے ناواقف تھا تو بھی ان کی سچائی اور فضیلت کے بارے میں اسے دوسروں سے معلوم ہوگیا ہو گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ سمجھتے کہ ایک شخص کی دی ہوئی خبر سے سننے والوں پر حجت پوری نہیں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو اپنا پیغامبر بنا کر نہ بھیجتے اور اگر صحابہ کرام فردِ واحد سے خبر کے عدم قبول کا عقیدہ رکھتے تو وہ ایک صحابی کی اقتدا میں حج کا فریضہ ادا کرتے اور نہ ہی ایک صحابی سے سورة التوبة کی آیات ورسول اللہ  کا پیغام قبول کرتے۔[46]

سلسلہ دلائل کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

وفي تثبيت خبر الواحد أحاديث يكفي بعضُ هذا منها. ولم يزل سبيل سلفنا والقرونِ بعدهم إلى من شاهدنا هذا السبيل. [47]

خبرِ واحد کو قبول کرنے کے ثبوت میں مزید احادیث بھی ہیں لیکن ان کا بیان کافی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر ہمارے اسلاف اور قرونِ مابعد کے لوگوں نے عمل کیا ہے۔

پھر امام شافعیؒ نےخبرِواحد کے حجت شرعی ہونے پر اجماعِ امت یوں نقل کیا ہے جس میں عقائدواحکام کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

أجمع المسلمون قديما وحديثاً على تثبيت خبر الواحد والانتهاء إليه. [48]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خبرِ واحدکو حجتِ شرعی تسلیم نہ کرنا، گویا احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ امام شافعیؒ نے عدم قبولیت کا قول اختیار کرنے والوں کو اس حدیث کے حکم میں شامل کیا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو انکارِ حدیث کی پیشگی اطلاع دی تھی۔

لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ. [49]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے جس میں کسی بات پر عمل کرنے یا رکنے کا حکم دیا گیا ہو تو وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں اللہ کی کتاب میں ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں ملا جس کی ہم پیروی کریں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ(م 463ھ)، امام شافعیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ حدیث کے حجت ہونے کے لئے رواۃ کی کم سے کم تعداد کتنی مطلوب ہے تو انہوں نے جواب دیا: "**خبر الواحد عن الواحد حتى ينتهى به إلى النبي صلى الله عليه وسلم**"[50] یعنی واحد راوی کی واحد راوی سے خبر جبکہ اس کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اس سے حجت قائم ہو جاتی ہے۔

منکرینِ خبرِ واحد کا رد کرتے ہوئے، خطیب بغدادیؒ نے اس روش کو دین سے خروج اور جہالت کے مترادف قرار دیا ہے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ بات (خبرِ واحد سے حجت قائم نہ ہونا) درست مان لی جائے تو اس سے قطعی طور پر لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمہ مسلمین کی ان روایات کو جھٹلادیا جائے جو انہوں نے بالانفراد وصول اور نقل کی ہیں ۔ اور یہ کہا جائے کہ ان حضرات کے پاس اپنے صدق کی کیا دلیل ہےتو بلاشبہ یہ دین سے خروج اور جہالت ہے۔[51]

علامہ ابنِ حزمؒ نے خبرِ واحد کی حجیت اور اس سے وجوبِ علم و عمل پر مدلل اور عالمانہ بحث پیش کرتے ہوئے علمائے اسلاف کے اتفاق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أن خبر الواحد العادل عن مثله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجب العلم والعمل معا وبهذا نقول.[52]

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک عادل شخص کی خبر جو وہ اپنے جیسے عادل راوی سے بیان کرے اور سلسلۂ سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو تو یہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

الحاصل، قرآن و سنت کے دلائل اور صحابہ و تابعین کے تعامل کی بناء پر علمائے اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ خبرِ واحد حجتِ شرعی ہے۔ یہ علم و عمل کی موجب ہے اور اس کی قبولیت و ثبوت کے لیے عقائد و احکام کے مابین کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔

## کیا خبرِ واحد ظن ہے؟:

"خبر الواحد الثقة المسند اصل من اصول الدين"[53] کے مطابق خبرِ واحد کا

شرعی حجت ہونا ثابت شدہ ہے۔ چونکہ ادلۂشرعیہ سے حاصل ہونے والا علم، ظن نہیں ہوتا اسی لئے ائمہ سلف کے ہاں خبرِ واحد موجب علم و عمل ہے۔ علمِ حدیث میں اصطلاح "ظنی، نظری" عام معنوں میں مستعمل ظن یعنی وہم، گمان، اندازہ و تخمین نہیں ہے۔ چنانچہ آیات ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾[54] اور﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾[55] میں مذکور لفظ ظن، علمِ حدیث کی اس اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حزمؒ ان آیات کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

وقد صح أن الله تعالى افترض علينا العمل بخبر الواحد الثقة عن مثله مبلغا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن نقول أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا وقال عليه السلام كذا وفعل عليه السلام كذا وحرم القول في دينه بالظن وحرم تعالى أن نقول عليه إلا يعلم ... [الظّن]هو الباطل الذي لا يغني من الحق شيئا والذي هو غير الهدى الذي جاءنا من عند الله تعالى وهذا هو الكذب والإفك والباطل الذي لا يحل القول به والذي حرم الله تعالى علينا أن نقول به وبالتخرص المحرم فصح يقينا أن الخبر المذكور حق مقطوع على غيبه موجب للعلم والعمل... وأنه مع ذلك ظن لا يقطع بصحة غيبه ولا يوجب العلم... وكل ظن يتيقن فليس علما أصلا لا ظاهرا ولا باطنا بل هو ضلال وشك وظن محرم القول به في دين الله.[56]

یعنی ظن سے مراد ضلال، شک، کذب، افک اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کذب، تخمین و اندازے اور باطل سے دین میں کلام کرناحرام قرار دیا ہے۔ جبکہ ثقہ راوی سے منقول خبرِ واحد قطعی حق ہے۔ اس سے بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا یہ حکم دیا۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، اس لئے خبرِ واحد سے علم و عمل دونوں واجب ہوتے ہیں جبکہ ظن علم نہیں گمراہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر علم و فن میں مخصوص الفاظ، مخصوص اصطلاحی معنی کے حامل ہوتےہیں اور ان اصطلاحی معنوں کا اطلاق کسی اور طرح کرنا درست نہیں ہوتا جیسا کہ علم الصرف ایک علم کا اصطلاحی نام ہے۔ جس میں حروف و اعراب کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ آیت ﴿انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ﴾[57] کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ دیکھو، ہم اپنی کتاب میں کس طرح حروف و اعراب کی ہیر پھیر کرتے ہیں جیسا کہ تم علم الصرف میں دیکھتے ہو۔ ایسا کہنے والے کو سفیہ العقل ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح لفظ Caseکیس، ہمارے زمانے میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات لفظ کیس مرض و مریض کی تشخیص و علاج کے لئے بولتے ہیں۔ پولیس کا محکمہ مجرم کی شناخت، گرفتاری اور جرائم کی تحقیق کے لئے ، عدالت و وکلاء مقدمات و تنازعات کا

فیصلہ کرنےاور انتظامی محکموں میں افسران کی ترقی، جائزہ کارکردگی، ریٹائرمنٹ اور چھٹی کی منظوری وغیرہ کے لئے لفظ کیس استعمال ہوتا ہے۔

ائمہ محدثین کے ہاں خبرِ واحد، دین میں قطعی و یقینی علم کا ذریعہ ہےاور علمِ نظری یا ظنی ان کی اصطلاح میں علم کی درجہ بندی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (م 852ھ)تصریح کرتے ہیں کہ وہ اخبارِ آحاد قطعی علم کا فائدہ دیتی ہیں:

- جو صحیحین میں مذکور ہوں۔
- جو متعدد طرق سے منقول ہوں ۔
- جنہیں ثقہ ائمہ حدیث نے روایت کیا ہو جیسا کہ امام مالکؒ و شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ و غیرھم ان رواۃ کی جلالتِ قدر کے سبب۔
- جن اخبارِآحاد کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو۔[58]

حافظ ابن تیمیہؒ(م 728ھ)، خبرِ واحد کا موجب علم وعمل ہونے پر اجماع امت بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ متاخرین متکلمین میں سے ایک قلیل گروہ نے اس بات سے انکار کیا ہے[59]۔ اسی طرح علامہ ابن قیمؒ (م751ھ)نے بیان کیا ہے کہ علما کے نزدیک صحیحین کی اخبارِ آحاد علمِ یقینی کاحاصل ہیں[60]۔ حافظ ابن قیمؒ مزید لکھتے ہیں کہ "خبر الواحد اذا تلقته الامة بالقبول یوجب العلم والعمل"-آپؒ نے ائمہ اسلاف کا اتفاق اور اقوال ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہےکہ خبرِ واحد سے افادۂ علم کا انکار معتزلہ اور قدریہ کی اختراع ہے۔[61]

امام شوکانیؒ(م1255ھ)نے خبرِ واحد سے علمِ یقینی کے حصول پر دلائل اور اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ولا نزاع في أن خبر الواحد إذا وقع الإجماع على العمل بمقتضاه فإنه يفيد العلم لأن الإجماع عليه قد صيره من المعلوم صدقه وهكذا خبر الواحد إذا تلقته الأمة بالقبول.[62]

اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ جب خبرِ واحد پر عمل میں اجماع واقع ہو گیا تو خبرِ واحد علم کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اجماع سے اس کا صدق معلوم ہو گیا اور اس طرح وہ اخبارِ آحاد جنہیں امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہووہ بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔

## عقائد و احکام میں تفریق باطل ہے:

اسلاف کے نزدیک احادیث کی عقائد میں عدم قبولیت اور احکام میں قبولیت کی تقسیم کی کوئی اصل اور دلیل نہیں ہےکیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس طرح احکام ،وضو، طریقۂ صلوٰۃو حج، زکوٰۃ، وراثت و حدود وغیرہ کی احادیث مروی ہیں اسی طرح عقائد، صفاتِ باری تعالیٰ، آخرت و احوالِ قیامت وغیرہ کی احادیث مروی ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

> ...ولم يفرق هو ولا أحد من أهل الحديث البتة بين أحاديث الأحكام وأحاديث الصفات

ولا يعرف هذا الفرق عن أحد من الصحابة ولا عن أحد من التابعين ولا من تابعهم ولا عن أحد من أئمة الإسلام وإنما يعرف عن رءوس أهل البدع ومن تبعهم.[63]

...نہ ہی انہوں یعنی امام شافعیؒ نے اور نہ اہلِ حدیث نے، احادیثِ احکام اور احادیثِ صفات میں فرق کیا ہے۔ نہ ہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلام نے ایسا فرق کیا ہے۔ یہ فرق اہلِ بدعت اور ان کے پیروکاروں کی اختراع ہے۔

مزید، عقائد واحکام کی اس تقسیم پر نقد کرتے ہوئے ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اگر خبرِ واحد سے ظن حاصل ہوتا ہے تو اس سے احکام کا اثبات بھی ایسا ہی ممنوع ہونا چاہیے جیسا کہ اسما وصفات کا اثبات منع ہے۔ دین، عقائد و احکام کا مجموعہ ہےاور دین میں ایسی تفریق اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔[64]

اس سلسلہ میں نقلی و عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے حافظ ابن قیمؒ نے نہایت دقیق نکتہ بیان کیا ہے کہ اگر خبرِ واحد کو عقائد میں حجت تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ دین پر عیب لازم آتا ہے جو کہ یقیناً بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔

چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: صفاتِ باری تعالیٰ، مسائلِ قدرو رؤیت، شفاعت، حوض، اہلِ اسلام گناہ گاروں کے جہنم سے اخراج، جنت و جہنم کی صفات، ترغیب و ترہیب، وعدہ و وعید، فضائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب صحابہ رضی اللہ عنھم اور اخبارِ انبیاعلیہم السلام وغیرھم میں، احادیثِ آحاد کی روایت پر متقدمین و متاخرین کا اجماع ہے۔ یہ تمام امور علمی ہیں، عملی نہیں ہیں۔ان امور کے بارے میں سامع کو روایات سے ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں خبرِ واحد علم کا فائدہ نہیں دیتی تو اس سے ہم خود پر ایسی بات کا بوجھ اٹھا رہے ہیں کہ نعوذباللہ ان اخبارِ آحادکو نقل کرنے سے امت خطا کا ارتکاب کرتی رہی ہےاورعلماایسے کام میں مشغول رہے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔لہٰذا وہ ایسی کتب مدون کرتے رہے ہیں جن کی طرف رجوع اور اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر خبرِ واحد قبول نہ کرنے کا قول اس سے بھی بہت زیادہ بڑا بار ہو گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرداً فرداً منتقل کیا۔ ہر صحابی نے دین امت کو سکھایا۔ اگر راوی کی روایت اس لئے قبول کرنا درست نہیں ہے کہ وہ واحد راوی ہے تو یہ عیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتا ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واحد شخص تھے جنہوں نے تعلیمِ دین کا فرضِ منصبی ادا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو بالانفراد دین سکھانے کے بعد اسے آگے منتقل کرنے کا حکم دے کر نعوذباللہ غلطی کی) ہم ایسے

قبیح اعتقاد اور قول سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔[65]

## محمد عبدہ اور خبرِ متواتر:

محمد عبدہ کے اسلوبِ تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیات کی تشریح میں احادیث کی طرف رجوع کو بالعموم ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔جبکہ اولین ترجیح ذاتی فہم و منشا کو حاصل ہے۔ احادیثِ آحاد کو عقائد میں قبول نہ کرنے کے ساتھ وہ واضح کرتے ہیں کہ جن امورِ دینیہ کی خبر احادیثِ متواتر سے ثابت ہو انہیں قبول کیا جائے گا۔

لیکن ان کی تفسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے اس قول پر بھی قائم نہیں ہیں۔ جو دینی تعلیمات ان کی عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتیں وہ ان کا صریحاًانکار اور تاویل کرتے ہیں، خواہ اس پر خبرِ متواتر موجود ہو۔ اس طرزِ تفسیر کی مثال قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ہے۔ محمد عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ روایات جن میں آپ علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے، آحاد ہیں جنہیں تسلیم کرنا درست نہیں ہے۔[66]

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل آخری زمانے میں نزول خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اس بارے میں کثیر احادیث موجود ہیں ۔[67]

**جامع ترمذی میں ابواب الفتن باب ماجاء فی قتل عیسیٰ ابن مریم الدجال میں** حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرنے کے بعدمذکورہے کہ اس باب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ، ابو برزۃرضی اللہ عنہ، حذیفہ بن اسیدرضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کیسان رضی اللہ عنہ، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں۔[68]

یوں محمد عبدہ نے خبرِ متواتر سے بھی صرف ِنظر کیا ہے۔

محمد عبدہ خبرِ متواتر کی بھی لفظی ومعنوی میں تقسیم کرتے ہوئے خبرِ متواتر معنوی کو مصدرِ تفسیر تسلیم نہ کرتے ہوئے ذاتی پیمانۂ عقل پر آیات کی تفسیر کرتے ہیں جیسا کہ آیت ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سورۃ میں کفارِ مکہ کے طنز و طعن کے جواب میں اللہ کی طرف سے قوت و عزت عطا کرنے کی نوید دی گئی ہے۔ لہٰذا سیاقِ سورۃ میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ جس سے حوضِ کوثر مراد لیا جائے۔ نیز قریش کے طعنوں کے جواب میں مسلمانوں کو قوت و شوکت کی خیرِ کثیر دینے کا مصداق حوض کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس بات پر اعتقاد کہ کوثر، جنت کی ایک نہر ہےخبرِ متواتر پر موقوف ہے۔ ایک جماعت کی رائے میں یہ اخبار متواتر ہیں لیکن (ہمارے نزدیک)یہ تواتر معنوی ہے۔ قرآن مجید کی طرح تواتر (لفظی) نہیں ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور ایامِ مدینہ کا علم حاصل ہوتا ہے اس طرح غیبی امور کی قبیل سے

اس نہر کی موجودگی کا علم جو کہ یقین پر موقوف ہے، حاصل نہیں ہوتا۔[69]
لیکن محمد عبدہ کی اس تشریح کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ﴿الْكَوْثَرَ﴾ سے حوضِ کوثر مراد ہونا صحیح بخاری میں مذکور احادیث سے ثابت ہے۔[70]
ائمہ اسلاف کے نزدیک قرآن کی تشریح کا مبارک فریضہ سرانجام دینے کے لئے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے کیونکہ صحیح احادیث خواہ آحاد ہوں یا متواتر، قرآن کی مفسر و مبین ہیں۔ لیکن محمد عبدہ نے علمائے سلف کےاس متفقہ تفسیری اصول **"اذا عرف التفسیر من جهة النبی صلی الله علیه وسلم فلا حاجة الی قول من بعده"**[71] کے برعکس احادیث پر ذاتی فہم و عقل کو مقدم رکھا ہے۔ اس طرح وہ جمہور مفسرین سے الگ راہِ تفرد پر قائم نظر آتے ہیں۔

## حواشی و حوالہ جات

1- النحل 16: 44
2- آل عمران 3: 164
3- الانعام 6: 82
4- لقمان 31: 13
5- البخاری، محمد بن إسماعیل(م 256ھ)، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعة الثانیة، 1419ھ/1999ء، کتاب التفسیر، سورة لقمان، باب لا تشرک باللہ...، رقم الحدیث: 4776، ص: 839
6- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ(م 279ھ)، الجامع، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، 1430ھ/2009ء، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ومن سورة اذا زلزلت الارض، رقم الحدیث: 3353، ص: 997
7- الزلزال 99: 4
8- النساء 4: 3
9- النساء 4: 23
10- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمتها، رقم الحدیث: 5109، ص: 914
11- النساء 4: 126
12- مجلة المنار میں شائع ہونے والی یہ تفسیر، تفسیر القرآن الحکیم کے نام سے طبع ہوئی اور تفسیر المنار کے نام سے معروف ہے۔ محمد عبدہ نےاپنی وفات سے تقریباً دو سال قبل جزء عم کی تفسیر ازخود تحریر کی تھی جو تفسیر القرآن الکریم جزء عم کے نام سے طبع ہوئی ہے۔
13- دیکھئے: محمد عبدہ و رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم المشهور بتفسیر المنار، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان، الطبعة الثانیة، 1426ھ/2005ء، 1/ 22- 26
14- النباء 78: 19
15- الانشقاق 84: 1

16- الانفطار 82: 1
17- الفرقان 25: 25
18- محمد عبدہ(م 1323ھ)،تفسیر القرآن الکریم (تفسیر جزء عم)، مطبعۃ مصر شرکۃ ساھمۃ مصریۃ،الطبعۃ الثالثۃ، 1341ھ، ص: 5
19- الانفطار 82: 13
20- البقرۃ 2: 177
21- آل عمران 3: 92
22- تفسیر جزء عم، ص: 37
23- ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی(م 275 ھ)،السنن، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، 1430ھ/2009ء، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث: 4604، ص: 912
24- الخطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد (م 388ھ)، معالم السنن، مطبعۃ العلمیۃ حلب، الطبعۃ الاولیٰ، 1352ھ/ 1934ء، 4/ 298
25- خطیب بغدادی، احمد بن علی(م 463ھ)، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، اندیا، 1357ھ، ص:14؛ القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد (م 671ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1408ھ، 67/1
26- الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن(م 255ھ)، السنن، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی، س-ن، باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ، 153/1؛ الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص:14؛ الجامع لاحکام القرآن، 67/1 ؛ نیز دیکھئے: ابن تیمیۃ، احمد بن عبدالحلیم(م728ھ)، مقدمۃ فی اصول التفسیر، مطبعۃ الشرقی بد مشق، الطبعۃ الاولیٰ، 1355ھ/ 1936ء، ص: 24-29؛ السیوطی،جلال الدین عبدالرحمن بن ابو بکر(م911ھ)، الاتقان فی علوم القرآن،دارالغد الجدید القاھرۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1427ھ/ 2006ء، 4/ 158- 164
27- النصر، 110: 1- 3
28- ھود 11: 12
29- الانعام 6: 33
30- الانعام 6: 35
31- البقرۃ 2: 214
32- تفسیر جزء عم، ص: 171
33- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورۃ اذا جاءنصراللہ، رقم الحدیث:4967-4970، ص:890-891؛ الترمذی، الجامع، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ الفتح، رقم الحدیث: 3362، ص:999؛ الطبری، محمد بن جریر (م 310ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مرکز البحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، القاھرۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1422ھ/ 2001ء، 705/24-713؛ الاتقان فی علوم القرآن، 239/4
34- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر،باب سورۃ اذا جاءنصراللہ، رقم الحدیث:4967، 4968، ص:890، 891
35- محمد عبدہ کے طرزِ تفسیر میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے فہم کی بناء پر حسبِ منشاء تفسیر کی مثالوں کے لئے ملاحظہ کیجئے: تفسیر جزء عم، ص: 140، 146- 147، 183؛ تفسیر المنار، 1/ 374؛ 4/ 358- 361؛ 5/ 92-93
36- ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾[النجم 53: 23] ﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾[الانعام 6: 148]
37- تفسیر جزء عم، ص: 132
38- ایضاً، ص: 182
39- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجآء فی اجازۃ خبر الواحد....، ص: 1247

40- ابنِ حزم الاندلسی، علی بن احمد(م 456ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، 1403ھ/ 1983ء، 1/ 119
41- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبارالآحاد، باب وصاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وفود العرب ان یبلغو من وراءھم، رقم الحدیث: 7266، ص: 1250؛ نیز دیکھئے، باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد، رقم الحدیث: 7246، ص: 1248
42- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد...، رقم الحدیث: 7256، ص: 1249
43- الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث: 2658،ص: 792
44- الشافعی، محمد بن ادریس(م 204ھ)، الرسالۃ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر، الطبعۃ الاولیٰ، 1357ھ /1938ء، ص: 402-403
45- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ التوبۃ کی ابتدائی تیس یا چالیس آیات مجمع عام میں پڑھیں اور ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہیں آئے گا، نہ کوئی عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے گا، جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہے اس کی مدت آج سے چار ماہ ہے۔ تفصیل اور روایات کے لئے رجوع کیجئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 11/ 304- 309؛ الرازی، فخرالدین محمد بن عمر (م 604ھ)، مفاتیح الغیب، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1401ھ/ 1981ء، 15/ 226- 227؛ ابنِ کثیر، اسماعیل بن عمر (م774ھ)، تفسیر القرآن العظیم، دار ابن حزم للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1420ھ/ 2000ء، ص: 859- 862
46- الرسالۃ، ص: 414- 415؛ النسائی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب(م 303ھ)، السنن، دارالسلام للنشر و التوزیع الریاض، 1430ھ/ 2009ء،کتاب مناسک الحج، باب الخطبۃ قبل یوم الترویۃ، رقم الحدیث: 2996، ص: 577
47- الرسالۃ، ص:453
48- ایضاً، ص: 457
49- الترمذی، الجامع، ابواب العلم، باب ما نھی عنہ أن یقال...، رقم الحدیث: 2663، ص: 794
50- الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: 23- 24
51- ایضاً، ص: 19
52- الاحکام فی اصول الاحکام، 1/ 119
53- ایضاً، 1/ 117
54- النجم 53: 23
55- الانعام 6: 148
56- الاحکام فی اصول الاحکام، 1/ 125-126، 128
57- الانعام 6: 65
58- ماخوذ، تفصیل کے لئے دیکھئے، ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی(م 852ھ)، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، مکتبۃ ابن عباس للنشر و التوزیع المنصورۃ، جمھوریۃ مصر العربیۃ، س ن، ص: 89- 95
59- مقدمۃ فی اصول التفسیر، ص: 17
60- ابن قیم، محمد بن ابو بکر(م 751ھ)، مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ و المعطلۃ،

مکتبۃ اضواء السلف الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، 1425ھ/ 2004ء، 4/ 1501- 1502
61- مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ و المعطلۃ، 4/ 1557- 1558، اقوالِ سلف کے لئے ملاحظہ کیجئے، 4/ 1472- 1480
62- الشوکانی، محمد بن علی(م 1255ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الفضیلۃ للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، 1421ھ/2000ء، ص: 255
63- مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ و المعطلۃ، 4/ 1613؛ نیز دیکھئے، 4/1570-1571
64- ایضاً، 4/ 1570
65- ایضاً،4/ 1559- 1560
66- تفسیر المنار، 3/ 261
67- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیھما السلام، رقم الحدیث: 3448، ص: 581؛ مزید احادیث کے لئے رجوع کیجئے، مسلم بن الحجاج(م 261ھ)، الجامع الصحیح، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، 1421ھ/2000ء ، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیھما السلام....، رقم الحدیث: 389- 395، ص: 77- 78؛ کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، رقم الحدیث: 7381، ص: 1274؛ الترمذی، الجامع، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول عیسیٰ علیہ السلام، رقم الحدیث: 2233، ص: 674؛ باب ماجاء فی فتنۃ الدجال، رقم الحدیث: 2240، ص: 676- 677؛ ابو داؤد، السنن، کتاب الملاحم، باب امارات الساعۃ، رقم الحدیث: 4311، ص: 851؛ کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، رقم الحدیث: 4324، ص: 853
68- الترمذی، الجامع،رقم الحدیث: 2244، ص: 678؛ محقق نے جامع ترمذی میں ان تمام صحابہ کرام کی مرویات کی تخریج بھی پیش کر دی ہے۔ ملاحظہ کیجئے، ص: 679
69- تفسیر جزء عم، ص: 165- 167
70- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم الحدیث: 6578، 6579، 6580، 6581، ص: 1138
71- خالد بن عثمان السبت، قواعد التفسیر، دار ابن عفان للنشروالتوزیع، 1421ھ، 1/ 149